Zakariyyā Kāndhalvī's Methodology for Introducing the Narrators of Ḥadith: A Study of *Awjaz al-Masālik ilā Muwaṭṭa' Mālik*

Muhammad Sarwar Khan[❁]
Abdul Basit Khan[❁]

ABSTRACT

Muḥammad Zakariyyā Kāndhalvī (1898-1982) was a prominent Indian Islamic scholar. He was born in a family of '*ulamā*'; he was the nephew of Maulānā Muḥammad Ilyās Kāndhalvī, the founder of *Tablīghī Jamā'at*. He got his education from *Maẓāhir al-'Ulūm* in Sahāranpūr, a highly respected seat of Islamic learning in India. He was an eminent scholar of *ḥadīth*. He not only taught *ḥadīth* to thousands of students, but also left behind him rich literature of commentaries on famous books of *ḥadīth*. *Awjaz al-Masālik* is a detailed commentary on Imām Mālik's *Muwaṭṭa'*, consisting of seventeen volumes. The book was well-received, especially by the scholars of *ḥadīth*. In this book, Kāndhalvī employed different

❁ PhD Scholar, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore. (sarwar@pieas.edu.pk)
❁ Assistant Professor, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore. (basit.szic@pu.edu.pk)

methods while introducing narrators of *ḥadīth*s. This article discusses in detail his diversified style of introducing narrators in *Awjaz al-Masālik*.

اوجز المسالک میں مولانا کاندھلوی کا تعارف رواۃ کا اسلوب

محمد سرور خاں ۞
عبد الباسط خان ۞

اللہ تعالی نے انسان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا اور اس کی رہ نمائی کے لیے مختلف انتظامات کیے ہیں۔ انبیا کی ایک پوری جماعت کو ہدایات دے کر بھیجا تا کہ انسان کو ہر دور میں رہ نمائی مہیا ہو سکے انبیا کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے اختتام کو پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا جو پیغام اس امت تک پہنچایا ہے وہ دو چیزوں پر مشتمل ہے ایک قرآن کریم اور دوسری حدیث مبارکہ، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا اور آپ کی تعلیمات قیامت تک کے انسانوں کے لیے سبب رشد و ہدایت ہیں، اس لیے اللہ کریم نے ان تعلیمات کی حفاظت کو اپنا ذمہ قرار دیا اور قرآن و حدیث کی ایسے انداز سے حفاظت فرمائی کہ باوجود کوشش کے کوئی اس میں رخنہ ڈالنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

اس حفاظتِ قرآن و حدیث کے لیے اللہ تعالی نے ہر دور میں ایسے ایسے نابغۂ روز گار افراد پیدا کیے جنھوں نے اپنی پوری زندگی اسی کام میں صرف کر دی اور اس مشن کو کامیابی سے ہم کنار کیا۔ اس میں ہر علاقے، ہر رنگ و نسل کے لوگ شامل رہے۔ چناں چہ دوسرے علاقوں کی طرح برصغیر کے لوگوں نے بھی اس کارِ خیر میں اپنا حصہ ڈالا ہے۔ آپ کو حدیث و علوم حدیث میں بڑے بڑے نام برصغیر سے ملیں گے، انھی ناموں میں سے ایک بڑا نام شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی کا ہے۔ آپ نے فن حدیث کی خدمت میں اپنی ساری زندگی وقف کی اور مختلف حوالوں سے اس مشن سے وابستہ رہے۔

مولانا نے اپنی حیات مبارکہ **آپ بیتی** کی شکل میں محفوظ کروا دی ہے اس لیے یہاں مولانا کی حیات سے مختصراً روشناس ہوتے ہیں۔

۞ پی ایچ ڈی اسکالر، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور۔(sarwar@pieas.edu.pk)
۞ اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور۔(basit.szic@pu.edu.pk)

نام، تاریخ اور پیدائش

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا بن محمد یحیی بن محمد اسماعیل بن شیخ غلام حسین بن حکیم کریم بخش[۱] ۱۱/ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ بمطابق بروز جمعرات ۲/ فروری ۱۸۹۸ء کو پیدا ہوئے۔[۲]

تعلیم و تدریس

سات آٹھ سال کی عمر سے آپ نے ابتدائی تعلیم شروع کی اور پھر قرآن کریم حافظ محمد ابراہیم رسولپوری اور حافظ رحیم بخش المعروف حافظ منگتو سے حفظ کیا۔ فارسی اور باقی تعلیم کا اکثر حصہ اپنے والد اور چچا جان مولانا محمد الیاس سے پڑھا، آپ کے دیگر اساتذہ میں مولانا ظفر احمد تھانوی، مولانا عبد اللطیف، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری وغیرہ حضرات اکابر کے اسمائے گرامی ہیں۔

آپ نے ۱۳۳۵ھ سے باقاعدہ تدریس کا آغاز کیا۔ آپ کا عرصۂ تدریس ترپین سال پر محیط ہے؛ اس میں سے ۱۳۳۵ھ سے ۱۳۴۱ھ کے چھے سال کے عرصے میں مختلف کتب کی تدریس کی جب کہ باقی سینتالیس سال حدیث کی کتب کا درس دیا ہے۔

علامہ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ جہاں ایک زبردست مدرس تھے وہیں ایک بڑے مصنف و مولف بھی تھے۔ آپ نے بہت سی کتب تحریر کیں ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: **جزء حجۃ الوداع والعمرات، خصائل نبوی شرح شمائل ترمذی، الکوکب الدری، فضائل درود شریف، فضائل اعمال** وغیرہ۔[۳]

تالیفی اعتبار سے مولانا کے کارناموں میں سے ایک بڑا کارنامہ **موطا امام مالک** کی شرح **أوجز المسالک إلی موطأ مالک** ہے جو حدیث کی تشریح و وضاحت کرتی ہے، اس میں فن حدیث سے متعلقہ تقریباً تمام علوم کو بیان کیا گیا ہے۔ اس مقالے میں ایک پہلو کو پیش کرنا مقصود ہے کہ علامہ کاندھلوی نے اس کتاب میں جب رواۃ کا تعارف کروایا ہے تو اس میں کس اسلوب کو اختیار کیا ہے۔

۱۔　محمد یوسف متالا، **مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی** (انگلینڈ: دار العلوم العربیہ الاسلامیہ، ۱۴۰۵ھ)، ۴۱۔

۲۔　محمد یوسف بنوری، **تصدیر الکتاب علی الأوجز** (ملتان: ادارہ تالیفات اشرفیہ، س ن)، ۱: ۶؛ زکریا کاندھلوی، **آپ بیتی** (کراچی: مکتبہ عمر فاروق، س ن)، ۲: ۶۶۔

۳۔　ماخوذ از **آپ بیتی**، مقدمۃ الأوجز إلی موطأ مالک؛ اکبر شاہ بخاری، **اکابر علماء دیوبند** (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۹ء)، ۲۷۴-۲۷۵۔

حدیث بنیادی طور پر دو حصوں پر مشتمل ہوتی ہے: ایک سند اور دوسرا متن۔ سند اس حدیث کو بیان کرنے والے راوی سے لے کر حضور ﷺ تک واسطوں پر مشتمل ہوتی ہے، جب کہ متن میں آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور حالات کا تذکرہ ہوتا ہے؛ چناں چہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے سب سے پہلے اس کی سند کو جانچنے کی ضرورت ہوتی ہے کیوں کہ سند ہی حدیث کا وہ حصہ ہے جس پر حدیث کے حجت ہونے یا نہ ہونے کا زیادہ تر انحصار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسناد کی جانچ پڑتال کرنے کو دین کا جز قرار دیا گیا ہے۔ باقی شارحین کی طرح مولانا کاندھلوی نے بھی **الأوجز** میں حدیث کی وضاحت میں پہلے سند سے متعلقہ امور کو بیان کیا ہے۔ اس مضمون میں ہم مولانا کاندھلوی کے سند میں موجود رواۃ سے متعلقہ اسالیب و مناہج کا جائزہ لیں گے۔

تعارف رواۃ کا اسلوب

رواۃ کے تعارف میں شیخ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف اسالیب کو اختیار کیا ہے جن کو درج ذیل عنوانات کے ضمن میں سمجھا جا سکتا ہے:

ا۔ اسما کا ضبط بیان کرنا

سند میں مذکور اسما سے بعض دفعہ شبہ پیدا ہو جاتا ہے کیوں کہ دو یا دو سے زیادہ نام صورت کے اعتبار سے ایک جیسے ہو سکتے ہیں لیکن حرکات و سکنات کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں؛ چناں چہ ایسے موقع پر اس راوی کے نام پر حرکات کو ظاہر کرنا ضروری ہو جاتا ہے تا کہ شبہ سے بچا جا سکے۔ شیخ کاندھلوی نے ایسے تمام ناموں میں ان کا ضبط بیان کرنے کا التزام کیا ہے جس کے بارے میں درج ذیل امثلہ سے بخوبی آگاہ ہوا جا سکتا ہے۔

مثال نمبرا: بشیر[۴] کا ضبط بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ "بضم الموحدة وفتح الشين المعجمة" (یعنی باء پر ضمہ اور شین پر فتحہ اسم مصغر کے طور پر پڑھا جائے گا) ہے۔ اسی سند میں آگے بشیر کے والد "یسار" کا ضبط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "بفتح التحتية والسين المهملة الخفيفة" (یعنی یاء پر فتحہ ہے اور سین مشدد نہیں ہے)۔[۵] حالاں کہ اس کو پڑھنے والا بشیر باء کے فتحہ اور شین کے زیر کے ساتھ بھی پڑھ سکتا ہے اسی طرح یسار

۴۔ بشير مصغراً، أيضا ابن يسار الحارثي، مولى الأنصار، مدني ثقة فقيه، من الثالثة؛ ابن حجر العسقلانی، **تقریب التهذيب** (سوریا: دار الرشید، ۱۴۰۶ھ)، ۱۲۶، ترجمۃ الراوی رقم: ۷۳۰۔

۵۔ محمد زکریا الکاندھلوی، **أوجز المسالک إلى موطأ مالک**، كتاب القسامة، تبديه أهل الدم في القسامة (ملتان:

کو سین پر تشدید کے ساتھ پڑھ سکتا ہے، اس لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ایسے مواقع پر اس نام کے اعراب کو ظاہر کیا جائے تاکہ قاری کو التباس سے بچایا جاسکے۔

مثال نمبر۲: نعیم[۶] کا ضبط بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "بضم النون" (نون پر ضمہ ہے یعنی مصغر ہو گا) اسی سند میں آگے "المجمر" کا ضبط بیان کیا ہے کہ "بضم الميم الأولى وكسر الثانية بينهما جيم ساكنة وقيل مفتوحة" کہ پہلے میم پر ضمہ اور دوسرے میم پر کسرہ ہے جب کہ جیم ساکن ہے جیم پر فتحہ بھی ہو سکتا ہے، لیکن اس قول کو قیل کہہ کر ضعیف قرار دے دیا نیز اسی سند میں "الزرقي" نسبت کا ضبط بھی بیان فرمایا کہ "بضم الزاي المعجمة و فتح الراء فقاف" (یعنی زاء پر ضمہ جب کہ راء مفتوح ہے پھر قاف ہے)،[۷] جب کہ نعیم کو نون کے فتحہ اور عین کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے اور المجمر کو قاری جیم پر زبر اور دوسرے میم کی تشدید کے ساتھ قراءت کر سکتا ہے۔

مثال نمبر۳: "حميد بن مالك بن خثم"[۸] میں خثم کا ضبط بیان کیا ہے کہ "مصری نسخوں میں یہ لفظ خثیم تصغیر ہے جب کہ ہندی نسخوں میں خثم بغیر یاء اور تصغیر کے ہے" چناں چہ ہمارے ہاں بھی متن میں یہ لفظ بغیر یاء کے ہی ہے۔ اس کے بعد اس لفظ کے پڑھنے میں اختلاف کو ذکر کیا ہے کہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو خثیم ہی لکھا ہے۔[۹] حافظ ابن حجر کے ہاں بھی یہ لفظ خثیم بالتصغیر ہی ہے البتہ ان کے والد کے متعلق لکھتے ہیں کہ بعض لوگ مالک کو ان کا دادا کہتے ہیں جب کہ والد کا نام عبد اللہ بیان کیا جاتا ہے۔[۱۰] **التهذيب** میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ، س ن)، ۱۳: ۱۶۶۔

۶- نعيم بن عبدالله المدني، مولى آل عمر، يعرف بالمجمر، بسكون الجيم وضم الميم الأولى وكسر الثانية وكذا أبوه، ثقة، من الثالثة، **التقريب**، ۵۶۵، ترجمۃ الراوی رقم: ۷۱۷۲۔

۷- الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب الصلوة، ماجاء في ذكر الله تبارك و تعالى، ۴: ۱۵۹۔

۸- حميد بن مالك بن خثيم، بالمعجمة والمثلثة مصغراً ويقال مالك جده، واسم أبيه عبد الله، ثقة، من الثالثة، **التقريب**، ۱۸۲، ترجمۃ الراوی رقم: ۱۵۵۷۔

۹- الزرقانی، **شرح الزرقاني على الموطأ**، كتاب الجامع، جامع ماجاء في الطعام والشراب (قاہرہ: مكتبة الثقافة الدينية، ۲۰۰۳ء)، ۱۴: ۴۹۵۔

۱۰- ابن حجر، **التقريب**، ۱۸۲۔

اسماعیل القاضی کی **الأحکام** میں ثاء پر شد کے ساتھ خثّیم ضبط کیا ہے۔ امام بخاری نے **التاریخ**[11] میں اس کا ضبط بیان کیا کہ یہ خثیم ہے تاء کے ساتھ، امام مسلم نے بھی خثیم ہی کہا ہے لیکن تاء پر شد کے ساتھ۔[12]

امام بخاری نے **الأدب المفرد**[13] میں ان سے ایک روایت نقل کی ہے،[14] اس سے پتا چلتا ہے کہ اس لفظ کو کئی طرح سے پڑھنے کا احتمال موجود ہے۔

مثال نمبر۴: "مالک عن عبدالحمید[15] بن سهل بن عبدالرحمان بن عوف عن سعید بن المسیب" میں عبد الحمید کا ضبط بیان کیا ہے کہ عبد الحمید حاء اور میم کے ساتھ یحیی، ابن نافع اور ابن یوسف نے

۱۱۔ **التهذیب** میں حافظ نے ایسے ہی کہا ہے البتہ **التاریخ الکبیر** میں مجھے اس کا نام خثیم ہی ملا ہے۔ دیکھیے البخاری، **التاریخ الکبیر**، باب الحاء (حیدر آباد الدکن: دائرة المعارف العثمانية، س ن)،۲: ۳۴۷۔

۱۲۔ ابن حجر، **تهذيب التهذيب**، باب من اسمه حميد (حیدر آباد الہند: مطبعه دائرة المعارف النظاميه، ۱۳۲۶ھ)، ترجمۃ الراوی رقم: ۸۱، ۳: ۴۷۔

۱۳۔ حدثنا إسماعيل قال: حدثني مالك، عن محمد بن عمرو بن حلحلة، عن حميد بن مالك بن خثيم أنه قال: كنت جالسا مع أبي هريرة بأرضه بالعقيق، فأتاه قوم من أهل المدينة على دواب، فنزلوا، قال حميد: فقال أبو هريرة: اذهب إلى أمي وقل لها: إن ابنك يقرئك السلام ويقول: أطعمينا شيئا، قال: فوضعت ثلاثة أقراص من شعير، وشيئا من زيت وملح في صحفة، فوضعتها على رأسي، فحملتها إليهم، فلما وضعته بين أيديهم، كبر أبو هريرة وقال: الحمد لله الذي أشبعنا من الخبز بعد أن لم يكن طعامنا إلا الأسودان: التمر والماء، فلم يصب القوم من الطعام شيئا، فلما انصرفوا قال: يا ابن أخي، أحسن إلى غنمك، وامسح الرغام عنها، وأطب مراحها، وصل في ناحيتها، فإنها من دواب الجنة، والذي نفسي بيده ليوشك أن يأتي على الناس زمان تكون الثلة من الغنم أحب إلى صاحبها من دار مروان، البخاری، **الأدب المفرد**، باب ان الغنم لبركة (ریاض: مكتبة المعارف للنشر والتوزيع، ۱۹۹۸ء)، ترجمۃ الراوی رقم: ۵۷۲، ۱: ۲۹۵۔

۱۴۔ الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب الجامع، جامع ماجاء في الطعام والشراب، ۱۴: ۳۳۳۔

۱۵۔ عبدالمجید بن سہل بن عبد الرحمن بن عوف الزہری، أبو وهب، أو أبو محمد، ثقة، من السادسة، **التقريب**، ۳۶۱، ترجمۃ الراوی رقم: ۴۱۵۹۔

بیان کیا ہے جب کہ **موطا** کے جمہور رواۃ اس کو عبد المجید یعنی میم اس کے بعد جیم روایت کرتے ہیں اور یہی معروف بھی ہے، اسی طرح اس کو امام بخاری اور علامہ عقیلی نے ذکر کیا ہے اور یہی درست ہے جس میں کوئی شک نہیں؛ یہ بات امام زرقانی (۱۶) نے ابن عبد البر کے حوالے سے نقل کی ہے، امام محمد (۱۷) نے بھی عبد المجید کہا ہے۔ شارح فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔(۱۸) ابن حجر فرماتے ہیں کہ میم کے بعد جیم ہے یہی صحیح ہے، ابن عبد البر نے عبد الحمید کو خطا قرار دیا ہے۔ امام مسلم (۱۹) نے بھی یحیی بن یحیی عن مالک سے عبد المجید ہی بیان کیا

۱۶- **شرح الزرقانی**، کتاب البیوع، ما یکرہ في بیع الثمر، ۳: ۴۰۲؛ *عبدالحی لکھنوی*، **التعلیق الممجدعلی موطأ محمد**(*دمشق*:دارالقلم،۲۰۰۵ء)،۳: ۲۹۵؛ *ابن حجر*، **فتح الباري شرح صحیح البخاري** (*بیروت*: دارالمعرفہ،۱۳۷۹ھ)،۴: ۴۰۰۔

۱۷- أخبرنا مالك، أخبرنا عبد المجيد بن سهيل، والزهري، عن سعيد بن المسيب، عن أبي سعيد الخدري، وعن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم استعمل رجلا على خيبر، فجاء بتمر جنيب، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أكل تمر خيبر هكذا؟» قال: لا والله، يا رسول الله، ولكن الصاع من هذا بالصاعين، والصاعين بالثلاثة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "فلا تفعل، بع تمرك بالدراهم، ثم اشتر بالدراهم جنيبا"[*الزرقانی*،**الشرح**،۲۹۲] (*محمد بن الحسن الشیبانی*، **الموطأ**،کتاب البیوع،باب الربا فیما یکال أو یوزن (*قاہرہ*: وزارۃ الاوقاف،۱۹۹۴ء)،۲۶۵،رقم:۸۲۲۔)

۱۸- حدثنا قتيبة، عن مالك، عن عبد المجيد بن سهيل بن عبد الرحمن، عن سعيد بن المسيب، عن أبي سعيد الخدري، وعن أبي هريرة رضي الله عنهما: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم استعمل رجلا على خيبر، فجاءه بتمر جنيب، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أكل تمر خيبر هكذا؟"، قال: لا والله يا رسول الله إنا لنأخذ الصاع من هذا بالصاعين، والصاعين بالثلاثة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تفعل، بع الجمع بالدراهم، ثم ابتع بالدراهم جنيبا" (*البخاری*،**صحیح البخاری**، باب إذا أراد بیع تمر بتمر خیر منه (*قاہرہ*:مطبعة السلفیه و مکتبتها،۱۴۰۳ھ)،۲: ۱۱۳،رقم: ۲۲۰۱۔

۱۹- حدثنا يحيى بن يحيى، قال: قرأت على مالك، عن عبد المجيد بن سهيل بن عبد الرحمن بن عوف، عن سعيد بن المسيب، عن أبي سعيد الخدري، وعن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم استعمل رجلا على خيبر، فجاءه بتمر جنيب، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أكل تمر

ہے۔[۲۰] یوں علامہ کاندھلوی نے بیان کر دیا کہ یہاں عبد المجید بن سہل کا تذکرہ ہے نہ کہ عبد الحمید کا۔

مثال نمبر۵: "مالک عن یزید بن عبداللہ بن الھاد"[۲۱] عن محمد بن إبراهيم بن الحارث التيمي" میں یزید بن عبد اللہ بن الھاد کے بارے میں فرمایا کہ صاحب **المغنی**، یزید بن الھاد کے متعلق لکھتے ہیں کہ محدثین اس لفظ کو ھاد لکھتے ہیں جب کہ عربی میں مختار یہ ہے کہ یہ ھادي لکھا جائے۔[۲۲] یہاں پر لکھنے کا انداز بیان کیا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اس لفظ کو ھادي لکھا جائے۔

مثال نمبر۶: "مالک عن زيد بن أسلم عن عياض بن عبدالله بن سعد بن أبي سرح العامري"[۲۳] میں عیاض کا ضبط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عین پر کسرہ اور یاء بغیر تشدید کے جب کہ آخر میں ضاد ہے، اسی سند میں آگے سعد کے بارے میں لکھا کہ اس کا عین ساکن ہے۔ مزید اس سند میں آگے ابی سرح کا ضبط بیان کیا کہ سین پر فتحہ، راء ساکن اور آخر میں حاء ہے۔[۲۴] عام قاری ان الفاظ کو عیاض عین کے فتحہ اور یاء کی تشدید سے بھی پڑھ سکتا تھا۔

اس طرح سے علامہ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب رواۃ کو بیان کیا ہے تو اس بات کا بھی اہتمام کیا کہ اگر کسی

خيبر هكذا؟"، فقال: لا والله يا رسول الله إنا لنأخذ الصاع من هذا بالصاعين، والصاعين بالثلاثة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "فلا تفعل، بع الجمع بالدراهم، ثم ابتع بالدراهم جنيبا» (مسلم بن حجاج، **صحيح مسلم**، باب بيع الطعام مثلابمثل(بيروت: دار احياء التراث العربي، س ن)، ۳: ۱۲۱۵، حدیث رقم:۱۵۹۳۔)

۲۰- الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب البيوع، ما يكره في بيع الثمر، ۱۱: ۱۳۰۔

۲۱- يزيد بن عبد الله بن أسامة بن الهاد، الليثي، أبو عبد الله المدني، ثقة، مكثر، من الخامسة، مات سنة تسع وثلاثين، ابن حجر، **التقريب**، ۶۰۲، ترجمۃ الراوی رقم: ۷۷۳۷۔

۲۲- الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب ،ماجاء في الساعة التي في يوم الجمعة، ۲: ۲۵۲۔

۲۳- عياض بن عبد الله بن سعد بن أبي سرح، بفتح المهملة وسكون الراء بعدها مهملة، القرشي العامري المكي، ثقة، من الثالثة، مات على رأس المائة ، **التقريب**، ۴۳۷، ترجمۃ الراوی رقم: ۵۲۷۷۔

۲۴- الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب الزكوة، مكيلة زكاة الفطر، ۶: ۱۳۰۔

جگہ راوی کا نام پڑھنے میں یا لکھنے میں التباس و اشتباہ ہو سکتا ہو تو اسے ختم کیا جائے تاکہ قاری پڑھتے ہوئے کسی قسم کے شک کا شکار نہ ہو جائے اور وہ پوری تسلی سے اس کے نام کا تلفظ کر سکے۔

ب۔ اسماء رواۃ کی القاب سے وضاحت

سند میں بعض اوقات راوی کا نام مذکور ہوتا ہے لیکن وہ راوی اپنے لقب سے زیادہ مشہور ہوتا ہے، یا اس نام کے دو راویوں میں لقب کے ذریعے سے فرق ہو سکتا ہے اور لقب اس راوی کی تعیین کر دیتا ہے کہ یہاں پر کون سا راوی مراد ہے، یا مطلق اس کا لقب بیان کر دیا جاتا ہے کہ اگر کسی دوسری جگہ اس کا لقب بیان ہوا ہو تو قاری پہچان سکے کہ یہ فلاں راوی ہے؛ چناں چہ ایسی ضرورت کے تحت اس راوی کا لقب بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے مواقع پر مولانا کاندھلوی نے جو اسلوب اختیار کیا ہے اس کو درج ذیل مثالوں سے جانا جا سکتا ہے:

مثال نمبر۱: "عطا بن عبداللہ الخراساني"[۲۵] کے تعارف میں ان کو المھلب بن ابی صفرہ کا مولی ہونے کو ذکر کیا ہے اور ھذیل کا مولی ہونے کو قیل سے ذکر کیا اور پہلے قول کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ زیادہ مشہور ہے۔[۲۶]

مثال نمبر۲: مالک عن ربیعۃ بن ابی عبد الرحمان[۲۷] میں ربیعہ کی وضاحت میں فرمایا کہ "الراي" کہ ربیعہ سے مراد ربیعہ الرائی ہے۔[۲۸]

۲۵- عطاء بن أبي مسلم أبو عثمان الخراساني، واسم أبيه ميسرة، وقيل عبد الله، صدوق يهم كثيرا، ويرسل ويدلس، من الخامسة، مات سنة خمس وثلاثين، لم يصح أن البخاري أخرج له، ابن حجر، **التقريب**،۳۹۲۔

۲۶- الکاندھلوی، **أوجز**،کتاب الجامع، ما جاء في المهاجرة،۱۴: ۱۵۶۔

۲۷- ربيعة بن أبي عبد الرحمن، التيمي مولاهم، أبو عثمان المدني، المعروف بربيعة الرأي، واسم أبيه فرّوخ ثقة، فقيه مشهور، قال ابن سعد كانوا يتّقونه لموضع الرأي، من الخامسة، مات سنة ست وثلاثين على الصحيح، وقيل سنة ثلاث، وقال الباجي سنة اثنتين وأربعين۔ **التقريب**، ۲۰۷،ترجمۃ الراوی رقم: ۱۹۱۱۔

۲۸- الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب الاقضية، الشهادات،۱۲: ۹۹۔

مثال نمبر۳: مالک عن حمید بن قیس المکي عن مجاهد [۲۹] میں حمید بن قیس المکی کا لقب بیان کیا "القاري الأعرج" کہ یہ القاری ہیں۔ [۳۰]

مثال نمبر۴: مالک عن عبداللہ بن دینار [۳۱] میں عبد اللہ بن دینار کا لقب بیان کیا کہ یہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ [۳۲] "مالک عن زید بن أسلم عن عطاء بن یسار وعن بسر بن سعید وعن الأعرج کلهم یحدثه عن أبي هریرة"، اس سند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا لقب حافظ الصحابہ بیان کیا ہے۔ [۳۳]

مثال نمبر۵: "حدثنا یحیی بن یحیی نامالک بن أنس عن ابن شهاب أن عمر بن عبدالعزیز... فدخل علیه أبومسعود الأنصاري"، اس سند میں ابو مسعود الانصاری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ "البدری" ہیں یعنی بدر میں شریک ہونے کی وجہ سے ان کا لقب بدری ہو گیا ہے۔ اسی سند میں امام مالک کا لقب امام دار الھجرہ ہونا بیان کیا ہے۔ [۳۴]

مثال نمبر۶: "مالک عن سهیل بن أبي صالح عن أبیه عن أبي هریرة"، اس سند میں ابی صالح [۳۵] کے لقب "السمان والزیت" بیان کیے ہیں اور کہا ہے کہ یہ گھی اور تیل فروخت کرتے تھے اس لیے یہ

۲۹- حمید بن قیس المکي الأعرج، أبو صفوان القاري، لیس به بأس، من السادسة ،مات سنة ثلاثین، وقیل بعدها، ابن حجر،مصدر سابق،۱۸۲۔

۳۰- الکاندھلوی، **أوجز**، کتاب البیوع، بیع الذهب بالورق عیناوتبرا، ۱۱: ۱۷۰۔

۳۱- عبد الله بن دینار، العدوي مولاهم، أبو عبد الرحمن المدني، مولی ابن عمر، ثقة، من الرابعة، مات سنة سبع وعشرین، ابن حجر، **التقریب**،۳۰۲،ترجمۃ الراوی رقم:۳۳۰۰۔

۳۲- الکاندھلوی، **أوجز**، کتاب الحج،مایجوز من الهدی،۷: ۱۸۶۔

۳۳- نفس مصدر،باب وقوت الصلاۃ،۱: ۱۵۳۔

۳۴- نفس مصدر، باب وقوت الصلاۃ،۱: ۱۴۵،۱۴۳۔

۳۵- ذکوان ابو صالح السمان الزیات المدني، ثقة ثبت، وکان یجلب الزیت إلی الکوفة، من الثالثة، مات سنة إحدی ومائة، ابن حجر، **التقریب**،۲۰۳، ترجمۃ الراوی رقم:۱۸۴۱۔

لقب پڑ گئے، البتہ السمان یعنی گھی فروخت کرنے والا زیادہ مشہور ہے۔[36]

یوں رواۃ کے القاب کو ذکر کرنے کا اسلوب مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے جو قاری کو رواۃ کی تعیین کے ساتھ ساتھ ان کے القاب سے بھی روشناس کروانے میں مدد دیتا ہے۔

ج۔نام کی کنیت سے وضاحت

کبھی کبھی کوئی راوی اپنی کنیت سے زیادہ مشہور ہوتا ہے یا دوناموں میں کنیت سے امتیاز کیا جا سکتا ہے، چناں چہ ایسے مواقع پر سند میں راوی کا نام مذکور ہونے کی صورت میں اس کی کنیت کو بیان کر دیا جاتا ہے تا کہ اس راوی کی مزید پہچان ہو سکے۔اس معاملے میں مولانا کاندھلوی نے درج ذیل اسلوب اختیار کیا ہے۔

مثال نمبر۱: "عطاء بن عبد اللہ الخراسانی" کے تعارف میں شیخ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ "وهو عطاء بن أبي مسلم الخراساني" (یہ وہی عطا ہے جوعطا بن ابو مسلم خراسانی کے نام سے مشہور ہے)۔[37] حافظ ابن حجر کے نزدیک ان کے والد کا نام میسرہ ہے اور عبد اللہ کے قول کو قیل سے ذکر کیا ہے،[38] جب کہ شیخ کاندھلوی نے دوسری جگہ والد میسرہ یا عبد اللہ دونوں کو قیل سے بیان کیا ہے۔[39] یوں یہاں پر والد کے نام میں اختلاف کی وجہ سے جو شبہ ہو سکتا تھا اس کو والد کی کنیت بیان کر کے ختم کر دیا کہ یہ عطا ابن ابی مسلم ہیں۔

مثال نمبر۲: "مالک عن يحيى بن سعيد عن عبدالرحمان بن القاسم أنه سمع مكحولا" میں مکحول[40] کی وضاحت میں فرمایا کہ اس کی کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ اسی سند میں آگے القاسم بن محمد کی

۳۶- الکاندھلوی، **أوجز**، وقوت الصلاة،جامع الوضوء،۱: ۲۳۱۔

۳۷- *نفس مصدر*،كتاب الصيام، كفارة من أفطر في رمضان،۵: ۷۷۔

۳۸- عطاء ابن أبي مسلم أبو عثمان الخراساني، واسم أبيه ميسرة وقيل عبد الله، صدوق يهم كثيرا ويرسل ويدلس، من الخامسة، مات سنة خمس وثلاثين، لم يصح أن البخاري أخرج له، *ابن حجر*، **التقريب**،۳۹۲۔

۳۹- الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب الجامع، ما جاء في المهاجرة، ۱۴: ۱۵۶۔

۴۰- مكحول الشامي أبو عبد الله، ثقة فقيه كثير الإرسال مشهور، من الخامسة، مات سنة بضع عشرة ومائة، *ابن حجر*، **التقريب**،۵۴۵۔

کنیت ابو عبد الرحمان لکھی ہے۔(۴۱)

مثال نمبر۳: "مالک عن یحیی بن سعید قال: أخبرني عبادة بن الولید بن عبادة بن الصامت عن أبیه عن جده" اس سند میں عبادہ بن الولید(۴۲) کی کنیت ابو الصامت بیان کی ہے۔(۴۳)

مثال نمبر۴: "مالک عن أبي الزبیر المکي عن أبي الطفیل عامر بن واثلة أن معاذ بن جبل" معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد الرحمن الانصاری بیان کی ہے۔(۴۴)

مثال نمبر۵: "مالک عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن عمرو بن سلیم الزرقي" میں عامر بن عبد اللہ بن الزبیر (۴۵) کی کنیت ابو الحارث المدنی بیان کی ہے۔(۴۶)

مثال نمبر۶: "مالک عن إسحاق بن عبداللہ بن أبي طلحة أن الطفیل بن أبي بن کعب" میں طفیل بن ابی بن کعب (۴۷) کی وضاحت میں ان کی کنیت ابو بطن بیان کی ہے کیوں کہ ان کا پیٹ بڑا تھا۔(۴۸)

یوں رواۃ کی کنیت بیان کرکے ان کی مزید وضاحت کردی اور ان کی پہچان کو زیادہ آسان بنادیا۔

ان امثلہ سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح میں رواۃ کا تعارف کرواتے ہوئے ان کی کنیت کو بیان کرنے کا عموماً التزام کیا ہے تاکہ راوی کی مزید پہچان ممکن ہوسکے اور اگر کسی جگہ پر اس کا ذکر صرف کنیت کے ساتھ ہے تو اس وقت بھی قاری کو پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہو۔

۴۱- الکاندھلوی، **أوجز**،کتاب الأقضیة، القضاء في العمری،۱۲: ۲۸۰۔

۴۲- عبادة بن الولید بن عبادة بن الصامت الأنصاري، ویقال له عبداللہ، ثقة، من الرابعة، **التقریب**،۲۹۲۔

۴۳- الکاندھلوی، **أوجز**،کتاب الجھاد، الترغیب في الجھاد،۸: ۲۱۲۔

۴۴- *نفس مصدر*،باب وقوت الصلاة، الجمع بین الصلاتین في الحضر والسفر،۳: ۷۳۔

۴۵- عامر بن عبداللہ بن الزبیر بن العوام الأسدي، أبو الحارث المدني، ثقة عابد،من الرابعة، مات سنة احدی و عشرین،*ابن حجر*، **التقریب**، ۲۸۸،*ترجمۃ الراوی رقم*:۳۰۹۹۔

۴۶- الکاندھلوی، **أوجز**، وقوت الصلاة، النھي عن الجلوس لمن دخل المسجد قبل ان یصلی،۳: ۱۹۳۔

۴۷- الطفیل بن أبي بن کعب الأنصاري الخزرجي، کان یقال له أبو بطن لعظم بطنه، ثقة، یقال ولد في عھد النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، من الثانیة، *ابن حجر*،*مصدر سابق*،۲۸۲،*ترجمۃ الراوی رقم*: ۳۰۱۷۔

۴۸- الکاندھلوی، **أوجز**،العمل في السلام،جامع السلام،۱۵: ۱۱۶۔

د۔ کنیت کی وضاحت میں نام ذکر کرنا

رواۃ حدیث میں کچھ راوی ایسے بھی ہیں کہ ان کی کنیت اتنی معروف ہو چکی ہے کہ اب ان کے نام سے کم لوگ واقف ہوتے ہیں۔ جب ایسے راوی کی کنیت سند میں ذکر کی جائے تو اس کے نام کو ذکر کر دیا جاتا ہے تا کہ اس کی تعیین میں مدد مل سکے، چناں چہ سند میں جب کنیت کا ذکر ہو تو عموماً مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اس راوی کا نام ذکر کر دیتے ہیں تا کہ اس کے نام سے واقفیت ہو سکے۔ اس معاملے میں ان کے اسلوب کو درج ذیل مثالوں سے معلوم کیا جا سکتا ہے:

مثال نمبر ۱: "ابو سعید الخدری" (۴۹) کے تعارف میں فرمایا "سعد بن مالک" کہ ان کا نام سعد بن مالک ہے۔ (۵۰)

مثال نمبر ۲: "مالک عن ربیعہ بن ابی عبد الرحمان" (۵۱) میں ابی عبد الرحمان کی تعیین میں ان کا نام ذکر کیا کہ یہ فروخ ہیں۔ (۵۲)

مثال نمبر ۳: "مالک عن ابن شهاب عن ابن أكيمة الليثي" میں ابن اکیمۃ اللیثی (۵۳) کے متعلق فرماتے ہیں کہ "اسمه عمارة وقيل عمار، وقيل عمرو، وقيل عامر" یعنی ان کا نام عمارہ ہے لیکن

۴۹- سعد بن مالك بن سنان بن عبيد الأنصارى، أبو سعيد الخدري، له ولأبيه صحبة، واستصغر بأحد ثم شهد مابعدها، وروى الكثير، مات بالمدينة سنة ثلاث أو أربع أو خمس وستين، وقيل سنة أربع وسبعين، ابن حجر، **التقريب**، ۲۳۲، ترجمۃ الراوی رقم: ۲۲۵۳۔

۵۰- الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب الصيام، ماجاء في ليلة القدر، ۵: ۱۸۴۔

۵۱- ربيعة بن أبي عبدالرحمان، التيمي مولاهم، أبو عثمان المدني، المعروف بربيعة الرأي/ واسم أبيه فرّوخ، ثقة فقيه مشهور، قال ابن سعد: كانوا يتّقونه لموضع الرأي، من الخامسة، مات سنة ست وثلاثين على الصحيح، وقيل سنة ثلاث، و قال الباجى: سنة اثنتين واربعين، ابن حجر، **التقريب**، ۲۰۷، ترجمۃ الراوی رقم: ۱۹۱۱۔

۵۲- الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب الاقضية، الشهادات، ۱۲: ۹۹۔

۵۳- عمارة، بضم أوله والتخفيف، ابن اكيمة بالتصغير، الليثي، أبو الوليد، المدني، وقيل اسمه عمار أو عمرو أو عامر، ويأتي غير مسمى، ثقة، من الثالثة، مات سنة، إحدى ومائة، وله تسع وسبعون، ابن حجر، **التقريب**، ۴۰۸، ترجمۃ الراوی رقم: ۴۸۳۷۔

دوسرے اقوال بھی ہیں جیسے عمار، عمرو، عامر وغیرہ[۵۴] ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تذکرہ عمارہ کے نام سے کیا ہے جیسا کہ حاشیہ میں ان کے تعارف میں بیان کیا گیا ہے۔

مثال نمبر۴: "مالک عن هشام بن عروة عن أبيه عن زينب بنت أبي سلمة" میں ابی سلمہ[۵۵] کا نام بیان کیا ہے کہ یہ عبد اللہ بن عبد الاسد ہیں۔[۵۶]

مثال نمبر۵: "مالک عن اسحاق بن عبداللہ بن أبي طلحة عن أبي مرة" میں ابی مرہ[۵۷] کے بارے میں لکھا کہ یہ اپنی کنیت سے ہی مشہور ہیں اور ان کے نام میں اختلاف ہے،[۵۸] لیکن نام ذکر نہیں کیا۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نام یزید بیان کیا ہے اور نام عبد الرحمان ہونے کو قیل سے ذکر کر کے فرمایا کہ یہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں۔[۵۹]

مثال نمبر۶: "مالک عن أبي النضر مولى عمر بن عبيداللہ عن بسر بن سعيد أن زيد بن ثابت" میں ابی النضر[۶۰] کی وضاحت میں فرمایا کہ ان کا نام سالم بن ابی امیہ ہے۔[۶۱]

۵۴- الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب ترک القرآءة خلف الإمام فيما جهر فيه، ۲: ۱۰۶۔

۵۵- عبداللہ بن عبدالأسد بن هلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم المخزومي، أبو سلمة أخو النبي صلى اللہ عليه وسلم من الرضاعة، و ابن عمته برة بنت عبدالمطلب كان من السابقين شهد بدرا، ومات في حياة النبي صلى اللہ عليه وسلم، وذلک في جمادي الآخرة سنة أربع بعد أحد، فتزوج النبي صلى اللہ عليه وسلم بعده زوجته أم سلمة، ابن حجر، **التقريب**، ۳۱۰، ترجمۃ الراوی نمبر: ۳۴۲۰۔

۵۶- الکاندھلوی، **أوجز**، باب وقوت الصلوة، غسل المرأة اذا رأت في المنام مثل ما يرى الرجل، ۱: ۳۰۶۔

۵۷- يزيد ابو مرة، مولى عقيل بن أبي طالب، ويقال مولى أخته أم هاني مدني، وقيل اسمه عبدالرحمن، مشهور بكنيته، ثقة، من الثالثة، ابن حجر، **التقريب**، ۶۰۶، ترجمۃ الراوی نمبر: ۷۷۹۷۔

۵۸- الکاندھلوی، **أوجز**، جامع السلام، ۱۵: ۱۱۱- ۱۱۲۔

۵۹- **التقريب**، ۶۰۶۔

۶۰- سالم بن أبي أمية، أبو النضر، مولى عمر بن عبيد اللہ التيمي، المدني، ثقة ثبت وكان يرسل، من الخامسة، مات سنة تسع وعشرين، نفس مصدر، ۲۲۶، ترجمۃ الراوی نمبر: ۲۱۶۹۔

۶۱- الکاندھلوی، **أوجز**، باب وقوت الصلاة، فضل صلاة الجماعة على صلاة الفذ، ۳: ۱۰۔

ان امثلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں راوی کا تذکرہ اس کی کنیت کے ساتھ بیان کیا ہے وہاں اس کا نام ذکر کیا ہے تاکہ قاری و متعلم کو اس سے مکمل آشنائی ہو سکے اور جہاں اس کا تذکرہ نام سے کیا ہے تو ساتھ کنیت ذکر کی ہے تاکہ اسے پہچاننا آسان ہو۔

ھ۔ رواۃ کے ولادت ووفات کا ذکر کرنا

راوی کی تعیین میں مددگار طریقوں میں سے ایک طریقہ اس کی پیدائش و وفات کا معلوم ہونا ہے۔ اس سے راوی کے زمانۂ حیات کا علم ہو جاتا ہے جس سے اس کی روایت کردہ احادیث اور اس کے اساتذہ کا تعین آسان ہو جاتا ہے جو روایت کے مرسل و منقطع ہونے کا پتا دینے کے ساتھ ساتھ اس راوی کو اپنے ہم نام دوسرے راویوں سے ممتاز کرنے میں مدد و معاون ہوتا ہے۔ بعض اوقات راوی کی ولادت و وفات میں مختلف اقوال ہوتے ہیں۔ جب کوئی محدث اس کی وفات میں ایک قول ذکر کرتا ہے تو اس محدث کے ہاں راجح قول کا علم ہو جاتا ہے چناں چہ مولانا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رواۃ کی ولادت و وفات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کے اسلوب کو درج ذیل امثلہ سے بخوبی معلوم کیا جا سکتا ہے:

مثال نمبر۱: علی بن یحیی [۶۲] کے تعارف میں لکھا ہے کہ "مات سنة ۱۲۷ھ"، [۶۳] حاشیہ میں ان کی وفات کے متعلق ابن حجر کا قول ۱۲۹ھ ہے۔

مثال نمبر۲: "مالک عن یحیی بن سعید عن عبدالرحمان بن القاسم أنه سمع مکحولا" میں مکحول کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ "المتوفی سنة بضع عشرة و مائة" کہ ایک سو دس کے کچھ عرصہ بعد ان کی وفات ہوئی ہے۔ [۶۴] ان کے سن وفات میں چوں کہ اختلاف تھا اس لیے یہ انداز اختیار کیا ہے، چناں چہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی وفات کے بارے میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں: "یقال توفي سنة ثماني عشرة ومائة وقال أبو نعیم مات سنة اثنتي عشرة وفیها أرخه دحیم وغیر واحد قال مسهر مات بعد سنة اثنتي عشرة وعنه مات

۶۲– علي بن یحیی بن خلاد بن رافع بن مالک بن العجلان الزرقي، بضم الزاي وفتح الراء بعد هاقاف، الأنصاري، ثقة، من الرابعة، مات سنة تسع وعشرین، *ابن حجر*، **التقریب**، ۴۰۶۔

۶۳– *الکاندھلوی*، **أوجز**، کتاب الصلوة، ماجاء في ذکر الله تبارک و تعالی، ۴: ۱۵۹۔

۶۴– *نفس مصدر*، کتاب الأقضیة، القضاء في العمری، ۱۲: ۲۸۰۔

سنة ثلاث عشرة أو أربع عشرة وكذا قال الحسن بن محمد بن بكار بن بلال وقال سليمان بن عبد الرحمن مات سنة ثلاث عشرة وقال ابن سعد مات سنة ست عشرة وعن عمر بن سعيد الدمشقي سنة ثمان عشرة"[۶۵] کہ ان کی وفات کے حوالے سے ۱۶،۱۴،۱۳،۱۲اور ۱۸ کے اقوال ہیں اس لیے اس کو ایک سو دس کے بعد کہہ دیا۔ گویا یہاں پر علامہ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اختصار سے کام لیا ہے اور بجائے سارے اقوال نقل کرنے کے یا کسی ایک قول کو ترجیح دینے کے لیے آپ نے ایسا انداز اختیار کیا کہ اس میں تمام اقوال ہی سمیٹ لیے۔

مثال نمبر۳: "مالک عن ابن شهاب عن ابن أكيمة الليثي" میں ابن اکیمۃ اللیثی کے متعلق لکھا ہے کہ "مات سنة ۱۰۱ھ وله ۷۹ سنة" کہ یہ ۱۰۱ھ میں فوت ہوئے اس وقت ان کی عمر ۷۹ سال تھی۔[۶۶] اس مثال سے علامہ کا ایک اور انداز سامنے آیا کہ بعض اوقات راوی کی ولادت کسی وجہ سے ذکر نہیں کرتے لیکن انداز ایسا اختیار فرماتے ہیں کہ اس کی ولادت معلوم ہو جائے۔

مثال نمبر۴: "مالک عن يزيد بن عبدالله بن الهاد، عن محمد بن ابراهيم بن الحارث التيمي" میں یزید بن عبداللہ بن الھاد کے بارے میں فرمایا "مات بالمدينة سنة ۱۳۹ھ" کہ یہ ۱۳۹ھ میں مدینہ منورہ میں راہی عدم ہوئے۔[۶۷] اس طرح اس کے متعلق یہ بھی بتا دیا کہ آخری عمر میں یہ مدینہ میں تھے۔ اس انداز کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی راوی اس راوی سے روایت کرے اور کسی دوسرے شہر کا حوالہ دے مثلاً میں نے کوفہ میں سنا تھا تو اس کی پہچان آسانی سے ہو جاتی ہے کہ اس راوی سے کچھ غلطی ہو رہی ہے کیوں کہ وہ تو آخری ایام میں مدینہ میں تھے۔

مثال نمبر۵: "مالک عن هشام بن عروة عن أبيه عن زينب بنت أبي سلمة" میں زینب کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی ولادت حبشہ میں ہوئی ہے اور ان کی وفات ۷۳ھ میں ہوئی۔[۶۸] یہاں پر علامہ نے ان کی سن وفات کے ساتھ ساتھ جائے ولادت کو بھی بیان کر دیا کہ یہ حبشہ میں پیدا ہوئی تھیں

۶۵- ابن حجر، **تهذيب التهذيب**،من اسمه مكتوم ومكحول، ۱۰: ۲۹۱۔

۶۶- الکاندھلوی، **أوجز**، باب وقوت الصلاة ، ترک القراءة خلف الامام فيما جهر فيه،۲: ۱۰۶۔

۶۷- نفس مصدر،کتاب، ماجاء في الساعة التي في يوم الجمعة،۲: ۲۵۲۔

۶۸- نفس مصدر،باب وقوت الصلوة، غسل المرأة اذا رأت في المنام مثل ما يرى الرجل،۱: ۳۰۶۔

اور بعد میں مدینہ آئی ہیں۔

مثال نمبر۶:" مالک عن أبي الزبير المكي عن أبي الطفيل عامر بن واثلة أن معاذ بن جبل"،

اس سند میں ابو الزبیر المکی [۶۹] کی وفات ذکر کی ہے کہ یہ مکہ میں ۱۲۶ھ یا ۱۲۸ھ میں فوت ہوئے ہیں ایسے ہی عامر بن واثلہ [۷۰] کے بارے میں فرمایا کہ ان کی پیدائش غزوہ احد والے سال یعنی ۳ھ کو ہوئی اور وفات ۱۱۰ھ کو ہوئی ہے صحابہ میں سب سے آخر میں انھی کی وفات ہوئی ہے، نیز اس سند میں مزید حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وفات کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ وہ ۱۸ھ میں طاعون عمواس والے سال شام میں راہی دار البقا ہوئے۔[۷۱] یہاں پر سن وفات میں مختلف اقوال کو ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ ولادت یا وفات کو کسی مشہور واقعے کے حوالے سے بیان کرنے کے اسلوب کا پتا چلتا ہے جیسے حضرت عامر کی ولادت میں غزوہ احد کا ذکر کیا اور معاذ بن جبل کی وفات میں طاعون عمواس کا حوالہ دیا ہے اسی طرح حضرت عامر کی وفات کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ صحابہ میں سب سے آخر میں وفات پانے والے ہیں لہٰذا اگر کوئی راوی خود کو صحابی بتائے اور اس کی وفات کا علم ہو کہ وہ مثلاً ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے ہیں تو ان کو صحابی تسلیم نہیں کیا جائے گا کیوں کہ وفات کے اعتبار سے آخری صحابی ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے تھے یوں علامہ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک راوی کے تعارف میں ولادت و وفات کو بھی ذریعۂ تعارف بنایا ہے اور اس میں درج بالا مختلف طرق اپنائے ہیں جن سے راوی کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔

۶۹- عبد الرحمن بن الصامت وقيل ابن هضاض [وقيل:ابن هضاب] وقيل غير ذلك الدوسي ابن عم أبي هريرة، مقبول، من الثالثة، **التقريب**،۳۴۳،ترجمۃ الراوی رقم:۳۸۹۹۔

۷۰- عامر بن واثلة بن عبد الله بن عمرو بن جحش الليثي، أبو الطفيل، وربما سمي عمرا ولد عام أحد ورأى النبي صَلَّى الله عَلَيْه وَسَلَّمَ، وروى عن أبي بكر فمن بعده وعمر إلى أن مات سنة عشر ومائة على الصحيح وهو آخر من مات من الصحابة، قاله مسلم وغيره، ابن حجر، **التقريب**،۲۸۸، ترجمۃ الراوی رقم:۳۱۱۱۔

۷۱- الکاندھلوی، **أوجز**،الجمع بين الصلاتين في الحضر والسفر،۳: ۷۳۔

و۔ نسب بیان کرنا

رواۃ حدیث میں کبھی کبھی ایک ہی نام کے کئی راوی موجود ہوتے ہیں اور بعض اوقات ان کے آباواجداد کے نام بھی ایک جیسے ہی ہوتے ہیں ایسے وقت میں راوی کی تعیین میں مشکل پیش آتی ہے یا وہ راوی خود غیر معروف ہوتا ہے تو اس کے نسب کو بیان کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کی پہچان زیادہ آسانی سے ہو سکے۔ مولانا کاندھلوی نے بھی اپنی کتاب میں نسب کو بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے جس کو ذیل کی مثالوں سے اجاگر کیا جاتا ہے۔

مثال نمبر۱: علی بن یحییٰ کی وضاحت اس طرح کی "بن خلاد...ابن رافع بن مالک بن عجلان"۔ [۷۲]

مثال نمبر۲: القاسم بن محمد [۷۳] کے تعارف میں ابن ابی بکر الصدیق لکھ کے ان کی تعیین کر دی۔ [۷۴]

مثال نمبر۳: "مالک عن شام بن عروة عن أبيه عن زينب بنت أبي سلمة" میں زینب [۷۵] کی

وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کا نام پہلے برہ تھا، آپ ﷺ نے زینب رکھا تھا۔ ان کی پرورش آپ ﷺ نے کی تھی جب ام سلمہ سے نکاح ہوا تو یہ ابھی دودھ پیتی بچی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے تھے جس کی وجہ سے ان کا چہرہ بڑھاپے تک تروتازہ رہا۔ [۷۶]

مثال نمبر۴: "مالک عن هشام بن عروة عن أبيه ان عبدالله بن الارقم" میں عبداللہ بن ارقم [۷۷] کی

۷۲۔ نفس مصدر، باب وقوت الصلوة، ماجاء في ذكرالله تبارک و تعالی، ۴: ۱۵۹۔

۷۳۔ القاسم بن محمد بن أبي بكر الصديق التيمي، ثقة أحد الفقهاء بالمدينة، قال أيوب ما رأيت أفضل منه، من كبار الثالثة، مات سنة ست ومائة على الصحيح، **التقريب**، ۴۵۱، ترجمۃ الراوی نمبر: ۵۴۸۹۔

۷۴۔ الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب الفرائض، ميراث الجد، ۱۲: ۴۱۸۔

۷۵۔ زينب بنت ابی سلمة بن عبدالاسد المخزومية، ربيبة النبي صلى الله عليه وسلم، ماتت سنة ثلاث وسبعين وحضر ابن عمر جنازتها بمكة قبل ان يحج ويموت بمكة، **التقريب**، ۷۴۷، ترجمۃ الراوی نمبر: ۸۵۹۵۔

۷۶۔ الکاندھلوی، **أوجز**، باب وقوت الصلوة، غسل المرأة اذا رات في المنام مثل ما يرى الرجل، ۱: ۳۰۶۔

۷۷۔ عبد الله بن الأرقم بن عبد يغوث بن وهب بن عبد مناف بن زهرة، القرشي الزهري، صحابي معروف، ولاه عمر بيت المال، ومات في خلافة عثمان، ابن حجر، **التقريب**، ۲۹۵، ترجمۃ الراوی رقم: ۳۲۰۸۔

تعیین میں ان کا نسب بیان کیا ہے کہ "بن عبد یغوث بن وھب بن عبد مناف بن زھرة بن کلاب القرشي الزھري... کانت آمنة بنت وھب امه صلی الله علیه وسلم عمة ابیه الارقم"، آپ ﷺ کی والدہ ان کے والد ارقم کی پھوپھی تھیں۔(۷۸)

مثال نمبر۵: "مالک عن عمرو بن الحارث عن عبید بن فیروز عن البراء بن عازب" میں عمرو بن الحارث(۷۹) کا نسب بیان کیا ہے کہ یہ عمرو بن الحارث بن یعقوب بن عبد اللہ ہیں۔(۸۰)

مثال نمبر۶: "مالک عن عبدالرحمن بن حرملة عن عمرو بن شعیب" میں عمرو بن شعیب(۸۱) کا نسب بیان کیا ہے کہ عمرو بن شعیب بن محمد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہیں۔(۸۲)

ان مثالوں سے ایک ابتدائی متعلم کے لیے راوی کو پہچانا بہت آسان ہو جاتا ہے، جیسے قاسم بن محمد کا نسب بیان کرنے سے اندازہ ہو گیا کہ یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں اور زینب بنت ابی سلمۃ رضی اللہ عنہا کی وضاحت فرمائی کہ یہ آپ ﷺ کی پرورش میں رہی ہیں اور ام سلمہ کی بیٹی ہیں۔ اسی طرح عبد اللہ بن الارقم کے نسب بیان کرنے سے پتا چلا کہ ارقم آنحضرت کے ماموں زاد بھائی تھے۔

ز۔ نسبت سے رواۃ کی وضاحت

راوی کی تعیین کے حوالے سے محدثین نے راوی سے متعلقہ ساری چیزوں کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ اس کی تعیین میں جو بھی حوالہ مددگار ہو سکے اس سے اس کی تعیین کر لی جائے، اسی لیے مختلف رواۃ کی

۷۸- الکاندھلوی، **أوجز**، النهي عن الصلاة والإنسان یرید حاجته، ۳: ۱۷۸؛ ابن الاثیر، **اسد الغابة** (بیروت: دارالکتب العلمیة، ۱۹۹۴ء)، ۳: ۱۷۱، ترجمۃ الراوی رقم: ۲۸۱۱۔

۷۹- عمرو بن الحارث بن یعقوب الأنصاري، مولاهم المصري أبو [أمية] أيوب، ثقة فقيه حافظ، من السابعة، مات قديما قبل الخمسين ومائة۔ **التقریب**، ۴۱۹، ترجمۃ الراوی رقم: ۵۰۰۴۔

۸۰- الکاندھلوی، **أوجز**، کتاب الضحایا، ماینهی عنه من الضحایا، ۹: ۲۲۶۔

۸۱- عمرو بن شعيب بن محمد بن عبد الله بن عمرو بن العاص، صدوق، من الخامسة، مات سنة ثماني عشرة ومائة، ابن حجر، **التقریب**، ۴۲۳، ترجمۃ الراوی نمبر: ۵۰۵۰۔

۸۲- الکاندھلوی، **أوجز**، ماجاء في الوحدة في السفر للرجال والنساء، ۱۵: ۲۳۳۔

نسبت کو بیان کرنے کا اسلوب بھی ہمیں اس علم میں ملتا ہے۔ علامہ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی رواۃ کی نسبت کو بیان کیا ہے، اس حوالے سے علامہ کا اسلوب درج ذیل امثلہ سے جانا جا سکتا ہے۔

مثال نمبر ۱: "مالک عن عبدربه بن سعيد" میں عبد ربہ [٨٣] کی تعیین کے لیے فرمایا کہ "أخ يحيى" کہ یہ یحیی بن سعید راوی کے بھائی ہیں۔[٨٤]

مثال نمبر ۲: "مالک عن ابن شهاب عن عروة" میں ابن شہاب [٨٥] کی نسبت الزھری بیان کی ہے [٨٦] اور تقریباً ہر دفعہ جب بھی ان کا نام آیا ہے شارح نے ان کی نسبت بیان کی ہے۔

مثال نمبر ۳: "مالک عن ابن شهاب عن ابن أكيمة الليثي" میں ابن اکیمۃ اللیثی کے متعلق لکھا ہے المدنی۔[٨٧]

مثال نمبر ۴: "مالک عن ربيعة بن ابي عبد الرحمان" میں ربیعہ کی وضاحت المدنی سے کی ہے۔[٨٨]

مثال نمبر ۵: "مالک عن ابن شهاب عن حميد بن عبدالرحمن بن عوف وعن محمد بن النعمان بن بشير، اس سند میں حمید [٨٩] کی نسبت القرشی جب کہ محمد بن النعمان کی الانصاری [٩٠] ذکر کی

٨٣- عبد ربه بن سعيد بن قيس الأنصاري، أخو يحيى المدني، ثقة، من الخامسة، مات سنة تسع وثلاثين وقيل بعد ذلك، **والتقريب**،٣٣٥،*ترجمۃ الراوی رقم*:٣٧٨٦۔

٨٤- *الکاندھلوی*، **أوجز**، كتاب الفرائض، ميراث الجد،١٢: ٤١٩۔

٨٥- محمد بن مسلم بن عبيدالله بن عبدالله بن شهاب بن عبدالله بن الحارث بن زهرة بن كلاب القرشي الزهري، وكنيته ابو بكر الفقيه الحافظ،متفق على جلالته وإتقانه [وثبته]، وهو من رؤوس الطبقة الرابعة، مات سنة خمس وعشرين، وقيل قبل ذلك بسنة أو سنتين، **التقريب**،٥٠٦،*ترجمۃ الراوی نمبر*: ٦٢٩٦۔

٨٦- *الکاندھلوی*، **أوجز**،كتاب الطلاق،ماجاء في الإقرار في عدة الطلاق و طلاق الحائض،١٠: ١٧٨۔

٨٧- *نفس مصدر*، باب وقوت الصلاة ، ترک القراءة خلف الامام فيما جهر فيه، ٢: ١٠٦۔

٨٨- *نفس مصدر*،كتاب الأقضية، الشهادات،١٢: ٩٩۔

٨٩- حميد بن عبد الرحمن بن عوف الزهري المدني، ثقة، من الثانية، مات سنة خمس ومائة على الصحيح، وقيل إن روايته عن عمر مرسلة،*ابن حجر*، **التقريب**،١٨٢،*ترجمۃ الراوی رقم*:١٥٥٢۔

٩٠- *نفس مصدر*، ٥١٠، *ترجمۃ الراوی رقم*:٦٣٥٦، محمد ابن النعمان ابن بشير الأنصاري أبو سعيد، ثقة، من الثالثة.

ہے اور بشیر کی نسبت البدری سے بیان کی ہے۔(۹۱)

مثال نمبر۶: "مالک عن ابن شهاب عن عبیدالله بن عتبة بن عبدالله بن مسعود عن أبیه" میں ابیہ کا مصداق عبد اللہ بن عتبہ (۹۲) بیان کرکے ان کی نسبت بیان کی ہے کہ یہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھتیجے ہیں۔(۹۳) میرے پاس نسخے میں عبید اللہ بن عتبہ بن عبد اللہ لکھا ہے جب کہ شارح نے وضاحت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے کی ہے، وہی صحیح ہے۔ اسی اعتبار سے یہ ابن مسعود کے بھتیجے ہوں گے میرے پاس متن میں کاتب کی غلطی سے ایسا لکھا گیا ہے۔

ح۔ طبقات رواۃ کا بیان

علم الرجال میں اصل چیز راوی کا تعین اور اس کے کردار کا تعین ہے۔ راوی کی تعیین کے مختلف طریقوں میں سے ایک اس کے زمانے کا تعین ہے؛ اگر یہ طے ہو جائے کہ راوی کا زمانہ کون سا ہے تو اسے دوسرے رواۃ سے ممتاز کیا جاسکتا ہے۔ اس مقصد کے لیے علما رجال نے راویوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ راویوں کے طبقات کو بیان کرنے کا اسلوب مولانا کاندھلوی نے بھی اختیار کیا ہے اور ابن حجر کی تقسیم طبقات پر اعتماد کیا ہے جس کو اگلی امثلہ سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

مثال نمبر۱: علی بن یحیی کے تعارف میں ذکر کیا ہے کہ "من صغار التابعین" یعنی یہ تابعین کے چھوٹے طبقے میں سے ہیں۔(۹۴)

مثال نمبر۲: "مالک عن یحیی بن سعید، عن النعمان بن مرة" میں نعمان بن مرة(۹۵) کے بارے میں لکھا

۹۱– الکاندھلوی، **أوجز**،کتاب الأقضیة، مالایجوز من النحل،۱۲: ۲۵۳۔

۹۲– عبد الله بن عتبة بن مسعود الهذلي ابن أخي عبد الله بن مسعود ولد في عهد النبي صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ووثقه العجلي وجماعة، وهو من كبارالثانیة، مات بعد السبعین، ابن حجر، **التقریب**،۳۱۳،ترجمة الراوی رقم:۳۴۶۱۔

۹۳– الکاندھلوی، **أوجز**،کتاب النکاح، ماجاء في کراهیة اصابة الأختین بملک الیمین والجمع بینهما،۹: ۳۷۴۔

۹۴– نفس مصدر، کتاب الصلوة، ماجاء في ذکرالله تبارک و تعالی، ۴: ۱۵۹۔

۹۵– ابن حجر، **التقریب**، ۵۶۴، ترجمة الراوی رقم:۷۱۶۰، النعمان بن مرة الأنصاري الزرقي المدني، ثقة، من الثانیة، ووهم من عده في الصحابة.

ہے کہ یہ کبار تابعین میں سے ہیں اور صحابی نہیں ہیں، جو لوگ ان کو صحابی کہتے ہیں ان کو وہم ہوا ہے؛ چناں چہ علامہ عسکری نے ان کے بارے میں کہا کہ ان کو صحبت میسر نہیں ہوئی۔ اسی طرح امام بخاری بھی ان کو تابعی شمار کرتے ہیں۔ ابن حجر[۹۶] نے بھی صحبت نہ ہونے کو ترجیح دی ہے۔[۹۷]

مثال نمبر۳: "مالک عن سعید بن أبي سعید المقبري عن عبید بن جریج" میں سعید[۹۸] اور عبید[۹۹] کے متعلق فرمایا کہ **التقریب** میں ان دونوں کا طبقہ ثالثہ میں سے ہونا ذکر کیا گیا ہے۔[۱۰۰]

مثال نمبر۴: "مالک عن إسماعیل بن أبي حکیم عن عبیدة بن سفیان الحضرمي" میں عبیدة بن سفیان الحضرمی[۱۰۱] کے متعلق **التقریب** کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ یہ طبقۂ ثالثہ میں سے ہیں۔[۱۰۲]

مثال نمبر۵: "مالک عن یزید بن رومان عن صالح بن خوات" میں صالح بن خوات[۱۰۳] کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ "ثقة، من الرابعة" یعنی یہ رواۃ کے چوتھے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔[۱۰۴]

۹۶- وذكره ابن مندة في الصحابة وصححه لأنه تابعي لا صحبة له، **التهذيب**،من اسمه نعمان،۱۰: ۴۵۵۔

۹۷- الکاندھلوی، **أوجز**،العمل في جامع الصلاة، ۳: ۲۶۰۔

۹۸- سعيد بن أبي سعيد كيسان المقبري، أبو سعد المدني، ثقة، من الثالثة، تغير قبل موته بأربع سنين وروايته عن عائشة وأم سلمة مرسلة، مات في حدود العشرين وقيل قبلها وقيل بعدها، ابن حجر، **التقريب**،۲۳۶،ترجمۃ الراوی رقم: ۲۳۲۱۔

۹۹- عبيد بن جريج التيمي، مولاهم المدني، ثقة، من الثالثة۔ نفس مصدر،۳۷۶،ترجمۃ الراوی رقم: ۴۳۶۵۔

۱۰۰- الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب الحج،التلبية والعمل في الاهلال، ۶: ۲۳۷۔

۱۰۱- عبيدة ابن سفيان ابن الحارث ابن الحضرمي المدني ثقة، من الثالثة. ابن حجر، **التقريب**، ۳۷۹، ترجمۃ الراوی رقم: ۴۴۱۱۔

۱۰۲- الکاندھلوی، **أوجز**،كتاب الصيد، تحريم اكل ذي ناب من السباع،۹: ۱۷۷۔

۱۰۳- صالح بن خوات بن جبير بن النعمان الأنصاري المدني، ثقة، من الرابعة، وخوات بفتح المعجمة وتشديد الواووآخره مثناة،ابن حجر،**التقريب**، ۲۷۱،ترجمۃ الراوی رقم:۲۸۵۲۔

۱۰۴- الکاندھلوی، **أوجز**، وقوت الصلاة،ماجاء في صلاة الخوف،۴: ۱۲۔

مثال نمبر۶: "مالک عن عبد ربه بن سعید عن ابي بكر بن عبدالرحمن بن الحارث بن هشام عن عائشة" میں عبد ربہ بن سعید کے بارے میں لکھتے ہیں: "ثقة، من الخامسة، من رواة الستة"، کہ یہ صحاح ستہ کے راویوں میں سے ہیں اور رواۃ کے پانچویں طبقے سے تعلق ہے۔[۱۰۵]

ی۔ راوی کا مقام و مرتبہ [جرح و تعدیل]

محدثین کبھی کبھی راوی کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہیں تاکہ ابتدائی طالب علم اس راوی سے آشنا ہو سکے اور اسے بہت زیادہ چھان بین نہ کرنی پڑے؛ علامہ کاندھلوی بھی جگہ جگہ رواۃ کے مقام و مرتبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جیسا کہ امثلہ مابعد اس پر دلالت کر رہی ہیں۔

مثال نمبر۱: "مالک عن يحيى بن سعيد أنه قال: سمعت القاسم بن محمد يقول: جاء رجل إلى عبدالله بن عباس۔۔۔" میں ابن عباس کے بارے میں فرمایا "فقيه الامة" کہ یہ امت کے فقیہ ہیں۔[۱۰۶]

مثال نمبر۲: "مالک عن يحيى بن سعيد عن عبدالرحمان بن القاسم أنه سمع مكحولا" میں مکحول کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ "الثقة الفقيه المشهور كثير الإرسال" یعنی مکحول ثقہ اور مشہور فقیہ ہیں البتہ ارسال کثرت سے کرتے ہیں۔[۱۰۷]

مثال نمبر۳: "مالک عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب" میں سعید بن المسیب[۱۰۸] کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ مشہور تابعی ہیں۔[۱۰۹]

۱۰۵- *نفس مصدر*، كتاب الصوم، ماجاء في صيام الذى يصبح جنبا في رمضان،۵: ۳۳-۳۴۔

۱۰۶- *نفس مصدر*، كتاب الجامع، جامع ماجاء في الطعام والشراب، ۱۴: ۳۳۹۔

۱۰۷- *نفس مصدر*، كتاب الاقضية، القضاء فى العمرى،۱۲: ۲۸۰۔

۱۰۸- سعيد بن المسيب بن حزن بن أبي وهب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم القرشي المخزومي، أحد العلماء الأثبات الفقهاء الكبار، من كبارالثانية، اتفقوا على أن مرسلاته أصح المراسيل وقال ابن المديني لا أعلم في التابعين أوسع علما منه، مات بعد التسعين وقد ناهز الثمانين، *ابن حجر*، **التقريب**، ۲۴۱، *ترجمة الراوى رقم*:۲۳۹۶۔

۱۰۹- *الكاندهلوى*، **أوجز**، كتاب كراء الارض ، ما جاء في كراء الارض،۱۲: ۴۹۔

مثال نمبر۴: "مالک أنه بلغه أن عبدالرحمان بن عوف" میں عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ[۱۱۰] کا اعزاز بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔[۱۱۱]

مثال نمبر۵: "مالک انه بلغه ان عمر بن عبدالعزیز" میں عمر بن عبدالعزیز[۱۱۲] کے بارے میں فرمایا کہ "الامام العادل" یعنی عادل حکمران ہیں۔[۱۱۳] مالک عن ابن شهاب عن ابن أکیمة اللیثي میں ابن اکیمۃ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ثقة"۔[۱۱۴]

مثال نمبر۶: "مالک عن عبدالحمید بن سهیل بن عبدالرحمان بن عوف عن سعید بن المسیب" میں عبدالحمید کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "ثقة حجة من رواة الشیخین وغیرهما" کہ یہ ثقہ اور حجت ہیں، بخاری و مسلم کے رواۃ میں سے ہیں[۱۱۵]

ک۔ مبہم راوی کی تعیین

سند میں کبھی کسی راوی کو مبہم انداز میں بیان کر دیا جاتا ہے، ایسی صورت میں اگر اس راوی کی شناخت نہ ہو سکے تو اس روایت کا درجہ متعین کرنے میں دقت ہوتی ہے؛ چناں چہ ایسے موقع پر علامہ کاندھلوی عام طور پر اس راوی کی تعیین کرتے ہیں جس سے قاری کو اس روایت کا درجہ متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔ آنے والی مثالیں اس

۱۱۰- عبد الرحمن بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن الحارث ابن زهرة القرشي الزهري، أحد العشرة أسلم قديما ومناقبه شهيرة، مات سنة اثنتين وثلاثين، وقيل غير ذلك، **التقريب**، ۳۴۸، *ترجمۃ الراوی رقم*:۳۹۷۳۔

۱۱۱- *الکاندھلوی*، **أوجز**، کتاب الشفعة، ما یقع به الشفعة، ۱۲: ۴۴۔

۱۱۲- عمر بن عبد العزيز بن مروان بن الحكم بن أبي العاص الأموي، أمير المؤمنين، أمه أم عاصم بنت عاصم بن عمر بن الخطاب ولي إمرةالمدينة للوليد، وكان مع سليمان كالوزير وولي الخلافة بعده، فعدّ مع الخلفاء الراشدين، من الرابعة، مات في رجب سنة إحدى ومائة، وله أربعون سنة، ومدة خلافته سنتان ونصف، **التقريب**، ۴۱۵، *ترجمۃ الراوی رقم*:۴۹۴۰۔

۱۱۳- *الکاندھلوی*، **أوجز**، کتاب البیوع، الجائحة فی بیع الثمار والزرع، ۱۱: ۱۲۴۔

۱۱۴- *نفس مصدر*، باب وقوت الصلاة، ترک القراءة خلف الإمام فیما جهر فیه، ۲: ۱۰۶۔

۱۱۵- *نفس مصدر*، کتاب البیوع، ما یکره في بیع الثمر، ۱۱: ۱۳۰۔

اسلوب کو واضح کر رہی ہیں۔

مثال نمبر ۱: "مالک عن یحیی بن سعید عن القاسم بن محمد... فقال رجل من الأنصار"، اس سند میں رجل من الأنصار کی وضاحت کرتے ہوئے زرقانی[۱۱۶] کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ یہ عبد الرحمان بن سہل[۱۱۷] بنی حارثہ میں سے ہیں جیسا کہ بیہقی[۱۱۸] کی روایت میں آیا ہے اور حافظ ابن حجر[۱۱۹] نے بھی عبد الرحمان بن سہل الانصاری کے ترجمے میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس بات کی تحقیق کی ہے کہ عبد الرحمان بن سہل الانصاری اور عبد الرحمان بن سہل بن زید الحارثی ایک ہی ہیں یا دو ہیں اور انھوں نے ان کے الگ الگ ہونے کو ترجیح دی ہے۔[۱۲۰]

مثال نمبر ۲: "مالک عن زید بن أسلم عن عطاء بن یسار أن رجلا من الأنصار من بني حارثة" میں رجل من الأنصار کے بارے میں کوئی تعیین نہیں کی، صرف بنو حارثہ کا اوس کی شاخ میں سے ہونا ذکر کیا ہے۔[۱۲۱]

مثال نمبر ۳: "مالک عن عبدالله بن ابي بكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن حميد بن نافع عن زينب بنت ابي سلمة... جاءت امراءة إلى رسول الله... أن ابنتي توفى عنها زوجها"، اس حدیث میں مذکور امراءۃ کی تعیین کی ہے کہ یہ عاتکہ بنت نعیم بن عبد اللہ بن النحام ہے، ساتھ وضاحت بھی کردی کہ اس کا نام عاتکہ ہے۔ یہی بات زرقانی[۱۲۲] نے بھی **معرفة**

۱۱۶- الزرقانی، **شرح الزرقاني على الموطأ**، کتاب الفرائض، باب میراث الجد، ۳: ۱۲۹۔

۱۱۷- عبد الرحمن بن عمرو بن سهل الأنصاري المدني وقد ينسب لجده، ثقة، من الثالثة. **التقريب**، ۳۴۷، ترجمۃ الراوی رقم: ۳۳۹۶۳۔

۱۱۸- البيهقي، **السنن الكبرى**، كتاب الفرائض، باب فرض الجدة والجدتين (بيروت: دار الكتب العلمية، ۲۰۰۳ء)، ۶: ۳۸۵۔

۱۱۹- ابن حجر، **الإصابة في تمييز الصحابة** (بيروت، دار الكتب العلمية، ۱۴۱۵ھ)، ۴: ۲۶۴۔

۱۲۰- الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب الفرائض، ميراث الجد ۱۲: ۴۱۸- ۴۱۹۔

۱۲۱- نفس مصدر، كتاب الذكاة، مايجوز من الذكاة على حال الضرورة، ۹: ۱۲۳۔

۱۲۲- **شرح الزرقاني على الموطأ**، كتاب الطلاق، باب ماجاء في الإحداد، ۳: ۳۵۱۔

الصحابة[۱۲۳] **لابی نعیم** کے حوالے سے کی ہے۔ یہ انصاریہ ہیں یا عدویہ؟ اس سلسلے میں حافظ ابن حجر[۱۲۴] نے عاتکہ بنت نعیم الانصاریہ کا ترجمہ اختیار کیا ہے لیکن عدویہ ہونے کو درست قرار دیا ہے۔[۱۲۵]

مثال نمبر۴: "مالک عن علقمة بن أبي علقمة عن أمه" میں امہ کی تعیین کی ہے کہ اس کا نام مرجانہ[۱۲۶] ہے۔[۱۲۷]

مثال نمبر۵: "مالک عن يحيى بن سعيد أنه قال: سمعت القاسم بن محمد يقول: جاء رجل إلى عبدالله بن عباس..." میں رجل کے بارے میں فرمایا کہ "لم يسم" یعنی اس کا نام بیان نہیں کیا گیا۔[۱۲۸]

مثال نمبر۶: "مالک عن ايوب بن أبي تميمة السختياني عن رجل من أهل البصرة" میں رجل من اهل البصره کی تعیین میں مختلف علما کے اقوال نقل کیے ہیں کہ علامہ زرقانی نے ابو عمر کے حوالے سے کہا ہے کہ یہ ابو قلابہ عبداللہ بن زید الجرمی ہے جو ایوب السختیانی کے شیخ اور استاد ہیں۔[۱۲۹] البتہ **المحلی**[۱۳۰] میں ابن جریر نے اپنی بعض اسناد میں ان کا نام یزید بن عبداللہ الشخیر بھی بیان کیا

۱۲۳- ابو نعیم، **معرفة الصحابة** (ریاض: دارالوطن للنشر،۱۹۹۸ء)،۶: ۳۳۹۹،ترجمۃ الراوی رقم:۷۷۶۸۔

۱۲۴- ابن حجر،**الإصابة**، ترجمۃ الراوی رقم:۱۱۴۵۷،۸: ۲۳۰۔

۱۲۵- الکاندھلوی،**أوجز**،کتاب الطلاق، ماجاء في الإحداد،۱۰: ۲۷۸۔

۱۲۶- مرجانة والدة علقمة تكنى أم علقمة، علق لها البخاري في الحيض، وهي مقبولة، من الثالثة، **التقريب**،۷۵۳،ترجمۃ الراوی رقم:۸۶۸۰

۱۲۷- الکاندھلوی، **أوجز**، كتاب الحج،مايجوز للمحرم ان يفعله، ۷: ۳۶۔

۱۲۸- نفس مصدر،كتاب الجامع، جامع ماجاء في الطعام والشراب،۱۴: ۳۳۹۔

۱۲۹- **شرح الزرقاني على الموطأ**، كتاب الحج، باب ماجاء فيمن احصر بغير عدو،۲: ۴۴۲؛ابن عبدالبر، **الاستذكار**،كتاب الحج، باب ماجاءفيمن احصر بغير عدو (**بيروت**: دارالكتب العلميه،۲۰۰۰ء)،۴: ۱۷۷،حدیث رقم:۱۷۷۰۔

۱۳۰- وأخرجه بن جرير من طرق وسمى الرجل يزيد بن عبد الله بن الشخير، ابن حجر، **فتح الباري**، كتاب الحج، قوله باب المحصر وجزاء الصيد،۴: ۳۔

ہے۔ (131)

ل۔ المتفرقات

اس عنوان کے تحت علامہ کے اسلوب میں سے ان چیزوں کا تذکرہ کیا جائے گا جو اگرچہ کثیر مواقع پر تو نہیں، البتہ ضرورت کے اعتبار سے بعض جگہوں پر پائی جاتی ہیں۔

مثال نمبر1: "مالک عن عبداللہ بن أبي بکر بن حزم، عن عمرۃ بنت عبدالرحمان أنها أخبرته أن زیاد بن ابی سفیان"، اس سند پر تنبیہ کے عنوان سے بیان کیا کہ **مسلم** میں امام مالک سے اسی حدیث میں زیاد بن ابی سفیان کی جگہ ابن زیاد کہا گیا ہے جو کہ درست نہیں بلکہ وہم ہے جیسا کہ علامہ غسانی اور دیگر علما نے اس پر متنبہ کیا ہے۔ امام نووی اور دیگر شارحینِ مسلم نے کہا ہے کہ اس معاملے میں درست بات وہی ہے جو **بخاری** اور **موطأ** کے رواۃ کے ہاں ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہی بات درست ہے کہ سند میں زیاد بن ابی سفیان کہا جائے کیوں کہ **موطأ** کے تمام رواۃ کے ہاں بھی ایسا ہی ہے اور **سنن ابی داود** اور دوسری معتبر کتب میں بھی یہی سند ہے اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ابن زیاد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ (132)

مثال نمبر2: "مالک عن یحیی بن سعید ان عبداللہ بن عباس بن ابي ربیعة المخزومي" میں عبداللہ بن عباس کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ مصری نسخوں میں یہ نام عبداللہ بن عیاش ہے اور وہی درست ہے، ہندی نسخوں میں یہ نام عبداللہ بن عباس لکھا گیا ہے جو کہ تحریف ہے۔ **تعجیل المنفعة** یا کسی دوسری کتاب میں عبداللہ بن عباس بن ابی ربیعہ المخزومی نامی کوئی راوی نہیں ہے جب کہ ابن عیاش مشہور صحابی ہیں۔ (133)

مثال نمبر3: "مالک عن أبي النضر مولی عمر بن عبیداللہ عن أبي أفلح" میں ابی افلح کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ اکثر مصری نسخوں میں ابن افلح ہے اور ابن افلح ہونے کی تائید کتب الرجال سے بھی ہوتی

131۔ الکاندھلوی، **أوجز**، کتاب الحج،ماجاء فیمن احصر بغیر عدو،7: 74-75۔

132۔ نفس مصدر، کتاب الحج،مالایوجب الإحرام من تقلید الهدی،6: 287،286۔

133۔ نفس مصدر، کتاب الذکاۃ ، التسمیةعلی الذبیحة،9: 122۔

ہے اور یہی زیادہ مناسب بھی ہے جب کہ ہندی نسخوں میں ابی افلح ہے [جیسا کہ ہمارے نسخے میں بھی ابی افلح ہے] اور زرقانی کے نسخے میں ابن ابی افلح ہے جو کہ دونوں درست نہیں، بیہقی میں بھی اسی طرح ہے لیکن مجھے **تہذیب** اور **تعجیل** میں نہیں ملا۔[۱۳۴]

یوں ہم یہ جان سکتے ہیں کہ علامہ کاندھلوی نے ہر اس اسلوب کو اختیار کیا ہے جو دوسرے محدثین نے رواۃ کے متعارف کرنے کے لیے اختیار کیا ہے۔ علامہ کا اندازِ تحریر ایک متعلم کو بہت زیادہ احتیاط کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ بعض اوقات راوی کا نام کتاب میں غلط تحریر ہوتا ہے اور بعض اوقات مصنف اپنی محدود تحقیق کو بیان کرتا ہے؛ اس سے ایک طالب علم کو قطعاً یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ روایت ہی کمزور ہے جیسا کہ علامہ نے مختلف جگہ میں اس بات کو بیان کیا ہے کہ مجھے اس راوی کے متعلق **تہذیب** اور **تعجیل** میں نہیں ملا، جب کہ کوشش سے طالب علم اس کو دوسری کتب سے تلاش کر سکتا ہے، نہ کہ اس پر مجہول وغیرہ کا حکم لگا دے۔ یوں ایک گونہ زیادہ احتیاط جو اس فن کی اصل معراج ہے کا احساس اور شعور متعلم کو ملتا ہے۔

۞۞۞۞۞

۱۳۴- نفس مصدر، کتاب الطلاق، ماجاء في العزل، ۱۰: ۲۶۷۔